صحیح بخاری کے بلفظِ ''تشیع'' مجروح رُواۃ: ایک تجزیاتی مطالعہ

A Critical Analysis of the Alleged Narrators with the Word *'Tashayyu'* in Sahih Bukhari

ڈاکٹر حامد علی علیمی*

Abstract

Sahih Bukhari has been regarded as one of the authentic books in Hatidh literature. Hence there are some alleged Narrators (*Majrooh Rowaat*) 45 of them are alleged with the word of "*Tashayyu*". The Scholars of Hadith, in the past and in the present, have tried to defend these alleged narrators in accordance with their knowledge and thoughts, but there is still a need to review them all unbiased, so that the true status of these narrators could be sighted in accordance with '*Elm e Jarh o Tadeel'* i.e., Evaluation of the Narrators of Hadith Literature, the sub branch of '*Elm e Asmaa ur Rijaal*'.

Here the objective is to critically analyze all the judgments regarding the status of these alleged Narrators, with reference to the source books of *Elm e Jarh o Tadeel*. It will help in determining their true position.

Keywords: *Sahih Bukhari, Tashayyu, Asmaa ur Rijaal, Jarh o Tadeel, Hadith.*

امام بخاری کا اپنے زمانہ میں حفظِ حدیث، نقدِ رجال اور تنقیحِ صحت وضعفِ روایات میں بلند پایہ ہونا، معاصرین اور مقتدائے متاخرین میں مسلم ہے۔ کتبِ حدیث میں ان کی 'صحیح' ایسی ہے کہ اگر اس کے تعالیق، متابعات اور شواہد کو چھوڑ کر اُصولِ مسانید پر نظر کی جائے، تو ان میں گنجائشِ کلام شاید مشکل سے ہی ملے۔ اللہ عزوجل نے انھیں الفاظِ نبویہ ﷺ کی خدمت کے لیے بنایا تھا۔ تاہم پھر بھی آپ کی 'صحیح' میں کچھ ایسے راوی ہیں، جن پر کی گئی جرح کو ائمۂ حدیث تسلیم کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں ایسے راویوں میں سے صرف اُن کا تحقیقی مطالعہ کُتبِ جرح وتعدیل کی روشنی میں کیا گیا ہے، جن پر بلفظِ 'تشیع' جرح کی گئی ہے، ایسے راویوں کی تعداد ہماری تحقیق میں ۴۵ ہے۔ صحیح بخاری کے تعارف اور اُس کے بلفظ تشیع مجروح رواۃ کے ذکر سے پہلے ہم یہاں اختصار کے ساتھ مصنفِ صحیح امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور 'صحیح' کا تعارف پیش کرتے ہیں۔

* لیکچرار شعبہ علومِ اسلامی، گورنمنٹ کالج برائے طلبہ، ناظم آباد کراچی۔

تعارف امام بخاری:

نام ونسب: آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن احنف جعفی ہے۔

ولادت: آپ ۱۳، شوال ۱۹۴ ہجری[1] بروز جمعہ بعد نمازِ جمعہ ماوراءالنہر کے مشہور شہر ''بخارا'' میں پیدا ہوئے[2]۔

آباءواجداد: آپ کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی ایک محدث، پرہیز گار اور صاحبِ ثروت شخص تھے[3]۔ امام بخاری کے جد امجد مغیرہ بن احنف بَرَدِزبَہ (کسان) جعفی مجوسی تھے اور اس زمانہ میں بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسی نسبت سے جعفی کہلائے، امام بخاری کو بھی ''جعفی'' اسی سبب سے کہا جاتا ہے[4]۔

لقب:"نَاصِرُ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّة وَنَاشِرُ الْمَوَارِيْثِ الْمُحَمَّدِيَّةِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ" ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی احادیث کی خدمت کرنے والے، آپ ﷺ کے علمی ورثہ کو پھیلانے والے اور علمِ حدیث میں امیر المؤمنین کے مرتبہ پر فائز[5]۔

تعلیم وتربیت:

امام بخاری کے بچپن میں ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور پرورش کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھال لی تھی۔ اسی عمر میں امام بخاری نابینا ہو گئے، اس وقت کے مشہور اطبا اور معالجین سے رجوع کیا گیا مگر کوئی اِفاقہ نہ ہوا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے بچے کے لیے دعا کی، بالآخر ایک رات خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کثرتِ گریاوزاری کے سبب تمہارے بیٹے کی بینائی لوٹادی ہے۔ جب آپ صبح اُٹھے تو آنکھیں روشن تھیں[6]۔

شیوخ واساتذہ:

امام بخاری کے اساتذہ اور مشائخ کی تعداد بہت زیادہ ہے انہوں نے شہر در شہر اور قریہ در قریہ جا کر علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے حصول روایت میں کبھی اکابر، اماثل اور اصاغر کے فرق کا خیال نہیں رکھا، جہاں سے بھی روایت ملتی اخذ کر لیتے خواہ بیان کرنے والا ان سے برتر ہو یا کمتر۔ امام بخاری کے اساتذہ ومشائخ کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، جن کی تفصیل 'ہدی الساری' وغیرہ کُتب میں مذکور ہے[7]۔

تلامذہ:

امام بخاری کے زمانہ میں بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند اور بخارا علوم اسلامیہ کے مراکز قرار دیے جاتے تھے، ان شہروں میں امام بخاری بارہا گئے اور بے حساب لوگوں کو احادیث املاء کرائیں۔ بخارا سے لے کر حجاز تک امام بخاری کے تلامذہ کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ بے شمار افراد نے آپ سے روایت کی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے 'ہدی الساری' میں امام بخاری کے تلامذہ کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔

وفات:

بخارا سے واپس ہونے کے بعد امام بخاری نے سمرقند جانے کا قصد کیا۔ ابھی سمرقند سے کئی منزل دور تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہلِ سمرقند میں آپ کے بارے میں دو آراء ہو گئی ہیں یہ سن کر آپ وہیں راستہ میں خرتنگ نامی ایک بستی میں رک گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ''اے خدا! یہ زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوتی جا رہی ہے مجھے اپنے پاس واپس بلالے''۔ اس دعا کے بعد آپ بیمار

پڑ گئے۔اس اثناء میں اہلِ سمرقند نے بلانے کے لیے آپ کے پاس قاصد بھیجا آپ جانے کے لیے تیار ہو گئے مگر طاقت نے ساتھ نہ دیا، چند دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے جسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا۔ابھی وہ پسینہ خشک نہ ہوا تھا کہ آپ نے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی اور اس طرح یکم شوال سن ۲۶۵ھ کو باسٹھ سال کی زندگی گزار کر رات کے وقت علم و فضل کا وہ عظیم آفتاب غروب ہو گیا جس کے علم و عمل کی روشنی سے سمرقند، بخارا، بغداد اور نیشاپور کے بے شمار عوام وخواص اپنے دل ودماغ کو منور کر رہے تھے[(8)]۔

تصانیف:

امام بخاری نے اپنی زندگی میں درس وتدریس اور خدمتِ حدیث کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل گراں قدر علمی تصانیف یادگار چھوڑیں:

ا۔الجامع الصحیح، ۲۔التاریخ الکبیر، ۳۔التاریخ الاوسط، ۴۔التاریخ الصغیر، ۵۔کتاب الضعفاء، ۶۔کتاب الکنی، ۷۔ الادب المفرد، ۸۔ جزء رفع الیدین، ۹۔ جزء القراءۃ خلف الامام، ۱۰۔کتاب الاشربۃ، ۱۱۔کتاب الھبہ، ۱۲۔کتاب العلل، ۱۳۔برّ الوالدین، ۱۴۔الجامع الکبیر، ۱۵۔التفسیر الکبیر، ۱۶۔ قضایہ الصحابہ والتابعین، ۱۷۔ خلق افعال العباد، ۱۸۔المسند الکبیر، ۱۹۔ کتاب الوحدان، ۲۰۔ کتاب المبسوط، ۲۱۔کتاب الفوائد اور ۲۲۔ اُسامی الصحابہ[(9)]۔

تعارفِ صحیح بخاری:

حافظ بدر الدین عینی حنفی نے ''عمدۃ القاری'' میں اس کا پورا نام ''**اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْنَدُ الْمُخْتَصَرُ مِنْ اُمُوْرِ رَسُوْلِ اللهِ**ﷺ **وَسُنَنِهٖ وَاَيَّامِهٖ**'' ذکر کیا ہے[(10)]، جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی روایت کے مطابق اس کا پورا نام ''**اَلْجَامِعُ الصَّحِیْحُ الْمُسْنَدُ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ**ﷺ **وَسُنَنِهٖ وَاَيَّامِهٖ**''۔دونوں روایتوں میں لفظ ''المختصر'' اور ''امور وحدیث'' کا فرق ہے[(11)]۔ عوام وخواص میں مشہور نام ''صحیح بخاری'' ہے۔اصطلاحِ علم حدیث میں ''جامع'' اس حدیث کی کتاب کو کہتے ہیں جس میں مندرجہ ذیل آٹھ عنوان ذکر کیے گئے ہوں:

(ا)عقائد (۲) تفسیر (۳)احکام (۴) آداب، (۵) فتن (۶) سیر (۷) مناقب اور (۸) اَشراط[(12)]۔

وجہِ تالیف:

تیسری صدی ہجری میں باقاعدہ طور پر کُتبِ احادیث تصنیف کی جانے لگی تھیں اور ایک قابل قدر ذخیرۂ حدیث مدون ہو کر منظرِ عام پر آنے لگا تھا، صرف ''موطا'' نام کی تقریباً ستر سے زائد کُتبِ حدیث تصنیف کی گئیں، جن میں مشہور ترین حضرت سیدنا امام مالک وحضرت امام محمد علیہما الرحمہ کی ''موطا'' ٹھہریں، اسی زمانے میں امام احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند''، امام عبد الرزاق وابن ابی شیبہ نے اپنی ''مصنّف'' لکھیں۔ لیکن اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا جارہا تھا کہ ذخیرۂ حدیث میں سے صرف احادیثِ صحیحہ کو کسی تصنیف میں جمع کرنے کا التزام کیا جائے، اسی ضرورت کے پیش نظر امام اسحٰق بن راھویہ نے اپنے شاگرد امام بخاری سے فرمایا: ''کاش! تم رسول اللہ ﷺ کی سُنن کو صحیح اسناد کے ساتھ جمع کرو تاکہ صرف صحیح احادیث کا مجموعہ تیار ہو جائے اور لوگ بلاخوف وتردد اس پر عمل کر سکیں''[(13)]۔یہ بھی کہا گیا کہ امام بخاری نے ایک خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر پنکھا جھل رہے ہیں، تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام

بخاری رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو دور کریں گے[14]۔اس کے بعد امام بخاری نے احادیثِ صحیحہ کو جمع کرنے کا عزم کیا۔ سببِ تالیف کے ضمن میں شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد فقط احادیث جمع کرنا نہ تھا بلکہ امام بخاری نے تراجمِ ابواب پر استدلال اور احادیث سے مسائل کا استنباط کرنے کے لیے اسے تصنیف فرمایا، مزید یہ کہ اپنے فہم کے مطابق متونِ حدیث سے فقہی فوائد اور پُر حکمت نکات کا استخراج کرنا بھی تالفِ بخاری میں شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث کو مختلف ابواب کے تحت ذکر کر کے اُس سے مختلف احکام ذکر کرتے ہیں[15]۔ چنانچہ آپ نے چھ لاکھ احادیث کے ذخیرے سے انتخاب کرنا شروع کیا اور صرف ''صحیح'' پر اکتفا کیا اور بہت سی صحیح احادیث کو خوفِ طوالت کی وجہ سے چھوڑ بھی دیا[16]۔

صحیح بخاری کی تبییض کے مراحل:

صحیح بخاری کے نسخوں میں کلمات کا اختلاف پایا جاتا ہے، جس کی وضاحت شارحین نے اپنی اپنی شروحات میں کر دی ہے، تاہم اس اختلاف کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ چونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح کو تین مرتبہ تبییض کیا تھا شاید اسی وجہ سے یہ اختلافِ کلمات پایا جاتا ہے[17]۔

فضل و درجۂ صحیح بخاری:

امام ابن الصلاح لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے صحیح احادیث کا مجموعہ امام بخاری نے تالیف کیا پھر امام مسلم نے اور یہ دونوں کتابیں، قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہیں، ان میں صحیح بخاری کا رتبہ صحّت اور فوائد کی کثرت کی وجہ سے صحیح مسلم سے برتر ہے''[18]۔

امام ذہبی ''تاریخ الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی صحیح، اسلامی کتب میں بڑے رتبہ والی اور قرآن کریم کے بعد سب سے افضل ہے۔ نیز ہمارے زمانے میں سند کے لحاظ سے یہ لوگوں کے لیے اعلیٰ چیز ہے''[19]۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

''علمائے متقدمین و متاخرین بغیر کسی اختلاف کے اسے (صحیح بخاری کو) قبول کرتے ہیں''[20]۔

نیز فرماتے ہیں:

''شرق و غرب کے علما کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری و مسلم سب سے زیادہ صحیح کتب ہیں''[21]۔

شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''جمہور محدثین کے یہ بات ثابت ہے کہ صحیح بخاری کا رُتبہ تمام کُتبِ حدیث پر مقدم ہے حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ یہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ بعض علماءِ مغرب (مثلِ امام حاکم نیشاپوری کے حافظ استاذ ابو علی نیشاپوری وغیرہ)[22]، نے صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دی ہے۔ بعض نے اِس معاملہ میں سکوت اختیار کرتے ہوئے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی اور پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے کتبِ حدیث کو چار بلکہ پانچ طبقات[23] میں تقسیم کیا ہے اور صحیحین کو پہلے طبقہ میں شمار کیا[24]۔

صحیح کا معنی۔۔۔؟

''صحیح''کا معنی یہ ہے کسی کتاب کی تمام (یا اکثر) احادیث صحیح ہوں۔ علم اُصولِ حدیث کی اصطلاح میں ''صحیح'' اس حدیث کو کہا جاتا ہے، جس کے تمام راوی متصل، عادل اور تام الضبط ہوں نیز وہ حدیث نہ شاذ ہو اور نہ معلل[25]۔ مگر آیا صحیح بخاری میں تمام احادیث ''صحیح'' ہیں یا اس میں غیر صحیح بھی ہیں؟ چنانچہ اس سلسلے میں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ''شرح صراط المستقیم'' میں لکھتے ہیں:

''حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ ست دائرہ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست''[26]۔

ترجمہ: 'اصطلاحِ محدثین میں عدمِ صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتابوں میں بھی جن کو ''صحاح ستّہ'' کہا جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے'[27]۔

مراد یہ ہے کہ کُتبِ صحاح ستہ کو ''صحیح'' کہنے کی وجہ ان میں اکثر احادیث کا صحیح ہونا ہے نہ کہ تمام کا کیونکہ اِن میں غیر صحیح احادیث بھی ہیں۔ لٰہذا صحیح بخاری میں بھی احادیث صحیحہ کے ساتھ ساتھ غیر صحیح احادیث بھی ہیں، لیکن ''غیر صحیح'' سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلے میں مولانا احمد رضا خان حنفی لکھتے ہیں:

''**(حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے)** محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ ''صحیح'' اُن کی اِصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور اِن سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے، ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں: ''یہ حدیث صحیح نہیں''، یعنی اس درجۂ عُلیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی! فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کُتبِ صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ الخ''[28]۔

اقسام و تعدادِ مرویات:

امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث میں سے اپنی صحیح کو تالیف کیا، اس میں جو روایات درج کی ہیں اُن کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں: ۱۔ اُصول، ۲۔ تعلیق اور ۳۔ متابع و شاہد۔

۱۔اُصول: وہ حدیث جسے مکمل سند کے ساتھ اصلِ کتاب کے طور پر ذکر کیا گیا ہو۔

۲۔ تعلیق: جس حدیث کی سند کے شروع سے بعض یا تمام راویوں کو حذف کر دیا گیا ہو، بخاری میں تعلیق دو قسم کی ہے:

(الف): وہ جس کی مکمل سند بخاری میں دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے اور **(ب):** وہ جس کی سند کہیں ذکر نہیں کی گئی[(29)]۔

۳۔ متابع: جس حدیث کو کوئی راوی کسی دوسرے راوی کے موافق روایت کرے بشرطیکہ دونوں حدیثیں ایک ہی صحابی کی مُسند ہوں، تو اِس موافق کو ''مُتابع'' اور اِس موافقت کو ''متابعت'' کہتے ہیں۔ پھر اگر یہ موافقت الفاظ و معانی دونوں میں ہو تو اسکے لیے ''**مِثْلَه**'' کہا جاتا ہے اور اگر موافقت صرف معانی میں ہو الفاظ میں نہیں تو اس کے لیے ''**نَحْوَہ**'' کہا جاتا ہے۔ اگر ایسی حدیث کسی دوسرے صحابی سے مروی ہو تو اس کو ''شاہد'' کہتے ہیں۔[(30)]

تعدادِ مرویات:

''ارشاد الساری'' میں ابن حجر عسقلانی سے منقول ہے کہ تعلیقات و متابعات کے علاوہ بخاری میں مکرر احادیث ۷۳۹۷ ہیں، جبکہ غیر مکرر ۲۶۲۳ مرفوعات، تعلیقات: ۱۳۴۱، متابعات (باختلاف) ۳۴۴۔ لہٰذا صحابۂ کرام کی موقوف اور تابعین عظام کی مقطوع کے علاوہ ان تمام کا مجموعہ ۹۰۸۲ ہے[(31)]۔ موسوعۃ الحدیث الشریف، مرتبہ صالح بن عبد العزیز، مطبوعہ دار السلام ریاض کے نسخہ کے مطابق یہ تعداد ۷۵۶۳ ہے[(32)]۔

۶۔شروحاتِ صحیح بخاری:

علماءِ کرام نے ہر دور میں اس قیمتی کتاب کی شرح کرنے کا اہتمام کیا، التوضیح شرح الجامع الصحیح کے محقق نے عربی زبان میں مختصر و مطول لکھی جانے والی تاحال شروحات کی تفصیل ذکر کی ہے، جس میں تقریباً ۱۵۰ سے زائد شروحات کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں پچاس سے زائد شروحاتِ بخاری کا ذکر کیا ہے اور تاحال اس کی شروحات لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔

صحیح بخاری و مسلم پر تعقب:

جہاں اہلِ علم نے مختلف ادوار میں صحیحین کی عظمت کو سراہا وہیں اہلِ علم نے ان پر علمی تعقب بھی فرمایا، ان میں ابو مسعود دمشقی، ابو علی جیانی غسانی اور امام حافظ ابو الحسن علی بن عمر بن احمد معروف بہ دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ وغیرہ شامل ہیں۔ امام دار قطنی نے ''کتاب الالزامات'' اور ''کتاب التتبع'' میں صحیحین پر جو اعتراضات کیے، امام نووی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے ان میں سے بعض کے درست ہونے کا اعتراف کیا۔ ''کتاب الالزامات'' میں تقریباً سو (۱۰۰) سے زائد احادیث میں بتایا کہ شیخین پر ان میں کیا لازم تھا جبکہ ''کتاب التتبع'' میں صحیحین کی تقریباً دو سو اٹھارہ (۲۱۸) احادیث ایسی ذکر کیں جن میں کسی قسم کی علت تھی، اس کے ساتھ ساتھ ان احادیث کی متبادل روایات پیش کیں جن میں علتیں نہ تھیں۔ یہ دونوں کتابیں ایک ساتھ دار الکتب العلمیہ، بیروت سے شائع ہو چکی ہیں، تفصیل کے لیے ان کا مطالعہ مفید ہے۔

صحیح بخاری پر جرح:

یہاں صحیح بخاری کی جن احادیث کو ضعیف اور موضوع کہا گیا انہیں بیان کیا جائے گا، قطعِ نظر اس سے کہ مقالہ نگار اُن آراء سے متفق ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ مذکور ہوا کہ صحاح ستہ کو ''صحیح'' تغلیباً کہا جاتا ہے کہ ان کُتب میں صحاح کے ساتھ ساتھ ''حسن'' روایات بھی ہیں۔ لیکن کیا اس میں ضعیف کے ساتھ ساتھ موضوع روایات بھی ہیں۔۔۔؟

صحیح بخاری اور ضعیف احادیث:

حافظ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: عمدۃ القاری، ج۱، ص۷۲ پر ہے:

'امام بخاری نے اپنی صحیح میں کچھ ایسے راویوں کی روایات متابعات اور شواہد میں ذکر کی ہیں جو استشہاد کی صلاحیت نہیں رکھتیں کہ یہ سب ضعیف ہیں، یہی وجہ ہے کہ امام دار قطنی نے ان روایات کی وجہ سے صحیح پر اعتراض کیا ہے'[33]۔

زمانہ قریب میں شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی تصنیف ''سلسلۂ ضعیفہ'' میں کُتبِ حدیث میں موجود مرویات کو اُن کے رواۃ یا متن میں کلام ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہِ ضعف بھی بیان کی ہے۔ تفصیل کے لئے ان کی کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔[34]

صحیح بخاری اور موضوع روایات:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف در کنار خود صحاح ستّہ و مسند امام احمد کی چوراسی (۸۴) حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام احمد (۳۸) صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر (۱)[35] صحیح مسلم شریف (۱) سنن ابی داؤد (۴) جامع ترمذی (۲۳) سنن نسائی (۱) سنن ابن ماجہ (۱۶)[36]۔

محدث محمد طاہر بن علی ہندی پٹنی (متوفی ۹۸۶ھ) اپنی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں حماد بن شاکر کی روایت کے حوالے سے لکھا ہے۔

"عن ابن عمر أو عمر: ((وكيف بك يا ابن عمر! إذا عمرت في قوم يخبئون رزق سنتهم))، موضوع. قلتُ: أخرجه البخاري في صحيحه في رواية حماد بن شاكر قال ابن حجر: ليس هو في أكثر الروايات ولا استخرجه الإسماعيلي ولا أبو نعيم بل ذكره أبو مسعود في الأطراف وقد ساقه الحميدي في الجمع بين الصحيحين نقلا عن أبي مسعود، وفي الوجيز ابن عمر ((كيف... إلخ)). أورده بلا سند قال: قال النسائي: موضوع. قلت: عزاه الديلمي لصحيح البخاري في كتاب الصلاة، وقال العراقي: ليس هو فيما رأيناه من نسخ البخاري وذكره المزي أنه في رواية حماد عن البخاري ثم وقفت له على إسناد آخر عن ابن عمر[37].

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) ''تدریب الراوی'' میں اس حدیث کی تفصیل میں لکھا ہے۔[38]

تشیع کا معنیٰ و مفہوم:

علماءِ فن نے راوی پر جرح و طعن کے دس اسباب بیان کیے ہیں، ان میں سے پانچ کا تعلق راوی کی 'عدالت' جبکہ بقیہ پانچ کا تعلق اُس کے 'ضبط' سے ہے، ہم ذیل میں کلماتِ علماء کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھے۔ایسے راوی کی روایت کو ''موضوع'' کہتے ہیں[39]۔

(۲) **تہمتِ کذب** کہ وہ حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ہو اور وہ قواعدِ دینیہ کے مخالف ہو، یا وہ اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو اگرچہ حدیثِ نبوی میں جھوٹ نہ کہا ہو۔ایسے راوی کی روایت کو ''متروک'' کہتے ہیں۔ (۳) **کثرتِ غلط۔**(۴) **غفلت**: یعنی: دوسرے کی تلقین قبول کرلے، دوسرا جو بتادے کہ تونے یہ سُنا ہوگا، وہی مان لے۔(۵) **فسق**: عام ازیں کے فسقِ عملی ہو یا ایسا فسقِ اعتقادی جو حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو۔ایسے راوی کی روایت کو ''منکر'' کہتے ہیں۔ (۶) **وہم** کہ روایت بر سبیلِ وہم کرتا ہو۔ حدیث کے یاد ہونے کا ظنِ غالب نہ ہو پھر بھی بیان کر دے۔اگر راوی کی اس حرکت پر قرائن سے اطلاع ہو جائے، تو ایسے راوی کی روایت کو ''معلّل'' کہتے ہیں۔ یہ علومِ حدیث میں ادق ترین علم جس کی معرفت صرف وہی رکھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مراتبِ رواۃ کی کامل معرفت اور اسانید و متون پر کھنے کا مضبوط ملکہ عطا کیا ہو۔ایسے راوی کو وہمی بھی کہا جاتا ہے۔(۷) **مخالفتِ ثقات**: حدیث کی سند یا متن، ثقہ رُواۃ کے خلاف ہو، ایسی حدیث کو 'شاذ' کہتے ہیں۔اگر راوی کی اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت، وہم کی وجہ سے زیادہ ہو تو ایسے کی تمام احادیث ضعیف ہو جائیں گی۔ پھر اس کی مزید اقسام ہیں، جنھیں متعلقہ کُتب میں ملاحظہ کیا جس سکتا ہے۔ (۸) **جہالت** کہ نہ اُس راوی کی مقررہ تعدیل معلوم ہو سکے اور نہ جرح۔ پھر اس کی مزید قسمیں ہیں، جن کی تفصیل کے لیے متعلقہ کُتب کا مطالعہ مفید ہے۔(۹) **بدعت**: اس کا معنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے، کسی عناد کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی شُبہ کی وجہ سے۔ بدعت کی دو قسمیں ہیں: مکفّرہ یعنی جو ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے اور مفسقہ۔ ان دونوں کی تفصیل ہم عن قریب پیش کریں گے، کیونکہ تشیع کا تعلق اسی سببِ جرح سے ہے۔(۱۰) **سُوءِ حفظ**: جس کی خطا اُس کی درستگی سے زیادہ ہو۔اس کی بھی مزید دو قسمیں ہیں، جن کی تفصیل کُتبِ اُصول میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے یہ اسباب ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ ہر پہلا سبب دوسرے سے سخت تر ہے[40]۔

اقسامِ بدعت کی تفصیل:

ہم نے سبب نمبر ۹ میں بدعت کی دو قسمیں لکھی ہیں: ۱۔مکفّرہ اور ۲۔مفسّقہ۔ پہلی قسم کا ارتکاب کرنے والے کی روایت جمہور قبول نہیں کرتے، ایک قول مطلقاً قبول کرنے کا ہے، جبکہ ایک قول یہ ہے کہ جب اپنی بدعت کی نصرت کے لیے جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو، تو قبول کی جائے گی۔ حق بات یہ ہے کہ بدعتِ مکفرہ کے معاملے میں اُس شخص کی روایت کو رد کیا جائے گا، جو ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا ان میں سے کسی کے خلاف اعتقاد رکھے، نیز جو ایسا نہ کرے اور تقوی و پرہیز گاری اور حافظہ کا قوی ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی۔

دوسری قسم یعنی بدعتِ مفسقہ کا ارتکاب کرنے والے کی روایت قبول ورد کرنے کے معاملہ میں بھی اختلاف ہے، چنانچہ اصح قول کے مطابق جو اپنی بدعت کی نہ ترویج کرتا ہو اور نہ اس کی تائید میں روایتیں لاتا ہو، تو اس کی روایت قبول کی جائے گی اور اگر ایسی روایت لاتا ہو، جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو تو مذہبِ مختار کے مطابق اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی[41]۔

بالجملہ اہل بدعت سے اخذ حدیث میں ائمہ مختلف رہے ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے حدیث اخذ نہ کی جائے، کیونکہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترویج کے واسطے احادیث گڑھ لیتے تھے اور توبہ کے بعد اعترافِ وضع کیا کرتے تھے۔ مگر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر بدعتی کی توثیق ہی کیوں جائز ہوئی، حالانکہ توثیق کی تعریف میں عدالت اور اتقان آتا ہے، تو کوئی بدعتی عادل کیسے ہو سکتا ہے؟ امام ذہبی ''میزان الاعتدال'' میں یہ اعتراض نقل کرنے کے بعد اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

أنّ البدعة على ضربين: فبدعة صغرى كغلو التشيع أو كالتشيع بلا غلو ولا تحرف. فهذا كثير في التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق. فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبوية، وهذه مفسدة بينة. ثم بدعة كبرى، كالرفض الكامل والغلو فيه، والحط على أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، والدعاء إلى ذلك، فهذا النوع لا يحتج بهم ولا كرامة. وأيضاً فما أستحضر الآن في هذا الضرب رجلا صادقا ولا مأمونا، بل الكذب شعارهم، والتقية والنفاق دثارهم، فكيف يقبل نقل من هذا حاله! حاشا وكلا.[42]

ترجمہ: ''بدعت کی دو قسمیں ہیں: ا۔ بدعتِ صغریٰ: جیسے غالی شیعہ ہونا، یا بغیر غلو اور تحریف کے شیعہ ہونا۔ یہ قسم تو بہت سے تابعین اور تبعِ تابعین میں تھی باوجودیکہ وہ دیندار، متقی اور صادق تھے۔ لہٰذا اگر ایسوں کی حدیث بھی رد کر دی جائے تو ذخیرۂ احادیث سے ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور یہ بڑا افساد ہے۔ ۲۔ بدعت کبریٰ: جیسے پورا رافضی ہونا اور رفض میں غالی ہونا۔ حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی کرنا اور اس پر دوسروں کو اُبھارنا۔ اس قسم والے کی روایت قابلِ احتجاج نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی عزت و تکریم ہے۔ اس قسم میں سے اب مجھے کوئی یاد نہیں جو صادق اور مامون ہو، کیونکہ ان کا شعار جھوٹ بولنا، تقیہ کرنا اور معاملات میں نفاق کا مظاہرہ کرنا ہے، لہٰذا جس کا حال ایسا ہو اُس کی روایت بھلا کیسے قبول کی جائے گی؟! ہر گز قبول نہیں کی جائے گی''۔

تشیع اور رفض میں فرق:

اگرچہ 'تشیع' اور 'رفض' دونوں از قسم بدعت ہیں، تاہم علماءِ فن نے صراحت کی ہے کہ دونوں میں بہت فرق ہے، متقدمین کی اصطلاح میں متشیع وہ ہوتا تھا جو صحابۂ کرام پر سب و شتم کیے بغیر اہلِ بیت سے محبت رکھنے والا ہوتا، جبکہ جو سب و شتم کرے اور بغض رکھے وہ رافضی کہلاتا تھا، جیسا کہ امام ذہبی کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے، اسی طرح ''تہذیب التہذیب'' میں ان کے مابین فرق کے حوالہ سے لکھا ہے:

''التشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان وإن علياً كان مصيباً في حروبه وإنّ مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما وربما اعتقد بعضهم أنّ علياً أفضل الخلق بعد رسول الله ﷺ وإذا كان معتقد ذلك

ورعاً ديناً صادقاً مجتهداً فلا ترد روايته بهذا لاسيما إن كان غير داعية. وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة... إلخ"۔(43)

ترجمہ:"عرفِ متقدمین میں تشیع سے مراد شیخین کو دیگر صحابہ پر فضیلت دینے کے ساتھ سیدنا علی بن ابی طالب کی عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہما پر فضیلت ماننے کو کہا جاتا تھا، اگرچہ حضرت علی اپنی جنگوں میں مصیب اور اُن کا مخالف خطا پر تھا۔ بعض کا یہ نظریہ بھی ہے کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بعد سب مخلوق سے افضل ہیں، اگر اس طرح کا اعتقاد رکھنے والا متقی، دین دار اور سچا ہو تو محض اس وجہ سے اُس کی روایت کو ترک نہیں کیا جائے گا جبکہ وہ اپنے اس اعتقاد کا داعی نہ ہو۔ جبکہ عرفِ متأخرین میں تشیع سے مراد محض رفض ہے، لہٰذا غالی رافضی کی روایت مقبول نہیں نہ ہی اُس کے لیے کسی قسم کی کرامت ہے۔الخ"۔

اسی طرح امام ذہبی نے 'میزان الاعتدال' میں ابان بن تغلب کے ترجمہ میں ان دونوں چیزوں کے درمیان یہ فرق لکھا ہے:

فالشيعي الغالي في زمان السلف وعرفهم هو من تكلم في عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا ﷺ، وتعرض لسبهم. والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضاً، فهذا ضال معثر(44).

یعنی: زمانۂ سلف اور اُن کے عرف میں میں غالی شیعہ وہ ہوتا تھا جو سیدنا عثمان، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا معاویہ اور اُن لوگوں کے بارے میں کلام کرتا اور برا کہتا تھا، جنھوں نے سیدنا علی سے مقابلہ کیا۔ آج ہمارے زمانہ اور عرف میں غالی وہ ہے جو اِن ساداتِ کرام کی تکفیر کرتا ہے اور شیخین پر تبرا کرتا ہے، یہی گمراہ فسادی ہے۔

'معیار الحق' مصنفہ میاں سید نذیر حسین دہلوی میں فقہ حنفی کی ایک متدل حدیث پر جرح کرتے ہوئے محمد بن فضیل نامی راوی کو رافضی وغیرہ کلماتِ جرح سے متصف کیا ہے، عبارت یوں ہے:

"۔۔۔روایت اول ابوداؤد کی جس میں قبل غیوب الشفق واقع ہے، اس لیے منکر ہے کہ مخالف ہے صحاح کی اور خود ضعیف ہے کیونکہ ایک راوی اُس کا محمد بن فضیل بن غزوان ہے اور یہ مجروح ہے کہ نسبت کیا گیا طرف رفض کے اور مقلب الاحادیث ہے اور حدیث موقوف کو مرفوع کردیا کرتا تھا، کہا حافظ ابن حجر نے تقریب میں۔الخ"(45)۔

علماء احناف نے اس کا جواب یوں دیا کہ "زبان متاخرین میں شیعہ "روافض" کو کہتے ہیں۔۔۔حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حُسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو اُن میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا۔ بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ پر تفضیل دیتا اُسے بھی شیعی کہتے ہیں، حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنّت کا تھا اسی بناء پر متعدد ائمۂ کوفہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبۂ محبتِ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سُنیت ہے"(46)۔

متقدمین و متأخرین کون ہیں؟

اہلِ علم کی متقدمین و متاخرین کے تعین کے بارے میں چند آراء ہیں، چنانچہ امام ذہبی شافعی اپنی معرکۃ الآراء "کتاب میزان الاعتدال" میں تقدم و تأخر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ثم من المعلوم أنّه لا بد من صون الراوي وستره، فالحدّ الفاصل بين المتقدم والمتأخر هو رأس سنة ثلاث مائة''(47)۔

ترجمہ: ''پھر یہ بھی معلوم ہے کہ راوی کی حفاظت اور اُس کی پردہ دری ضروری ہے، لہٰذا متقدم و متأخر میں حدِ فاصل تیسری صدی ہجری کا اختتام ہے''۔

یعنی: حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کی وفات تک متقدمین کا دور ختم ہوا اور متأخرین کا دور شروع ہوا۔

اسی طرح کتاب ''نظرات جدیدۃ فی علوم الحدیث'' میں ہے: ''سنتِ نبوی کے تاریخی سفر کو دو بڑے زمانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اسے پہلا مرحلہ کہہ سکتے ہیں جو عصرِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے تقریباً پانچویں صدی ہجری کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس عرصہ میں احادیث بواسطہ اسانید اور براہِ راست نقل کی جاتی تھیں، اخذ احادیث میں انہیں اسانید پر اعتماد ہوا کرتا تھا۔ اسے متقدمین کا دور بھی کہا جاتا ہے، متقدمین سے مراد وہ محدثین ہیں جنہوں نے احادیث کو روایت کرنے کا کام کیا خصوصاً ان میں نقد و جرح کرنے والے۔

۲۔ اسے مابعد الروایت کا مرحلہ کہا جاسکتا ہے، اس کی ابتدا چھٹی صدی ہجری کے آغاز سے ہوئی، اس میں اسانید کے بجائے زیادہ اعتماد اُن کُتب پر ہونے لگا جو محدثین نے پہلے مرحلہ میں تصنیف کی تھیں۔ ان تصانیف میں اکثر دوسرے مرحلے میں منظرِ عام پر آئیں، متاخرین سے مراد روایتِ احادیث کے بعد والے مراد ہیں۔ ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرنا چاہیے کہ ہر ایک دوسرے سے حدیث و علومِ حدیث میں اصلاً و تبعاً جُدا ہے(48)۔

ظاہر ہے کہ یہ مذکورہ دونوں حدودِ فاصل اجتہاد اور رائے کی بنیاد پر مبنی ہیں، قرآن و سنت کا فیصلہ نہیں کہ خدانخواستہ اس سے اختلاف کی صورت میں دین و ایمان پر کوئی اثر پڑے گا۔ مقالہ نگار ان دونوں آراء کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ ائمۂ حدیث کی چار اقسام یوں ہونا مناسب ہیں:

۱) **متقدمین:** امام ابو جعفر طحاوی محدثِ حنفی رحمہ اللہ کی وفات ۳۲۱ سن ہجری تک کا دور۔

۲) **متوسطین:** ۳۲۲ سن ہجری سے ۹۰۰ سن ہجری تک کا دور۔

۳) **متأخرین:** دسویں صدی ہجری (۱۰۰۰) سے چودھویں صدی ہجری کے اختتام تک کا دور۔

اور ۴) **لاحقین:** چودھویں صدی ہجری کے بعد سے لے کر قیامت تک آنے والے ائمۂ حدیث، واللہ اعلم۔

'صحیح بخاری' کے بلفظ تشیّع مجروح رُواۃ:

اب ہم یہاں پہلے صحیح بخاری کے اُن رواۃ کا کے نام ذکر کرتے ہیں، جنھیں علماء کرام نے متشیع کہا، یا لفظ تشیع سے جرح کی۔ پھر ان میں سے بعض کا مختصر تعارف پیش کریں گے، اس تعارف میں نام و نسب کے بعد ان سے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ذکر کریں گے، اس قسم کے رواۃ کی تعداد ہماری تحقیق کے مطابق پینتالیس ہے۔

۱۔اسمٰعیل بن ابان ورّاق، ۲۔اسمٰعیل بن زکریا، ۳۔اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدی، ۴۔اُسید بن زید الجمال، ۵۔بکیر بن عبداللہ، ۶۔بہز بن اسد، ۷۔جریر بن عبدالحمید، ۸۔جعفر بن سلیمان، ۹۔حبیب بن ابی ثابت، ۱۰۔حسن بن صالح، ۱۱۔حکم بن عتیبہ، ۱۲۔خالد بن مخلد قطوانی، ۱۳۔ربیع بن انس، ۱۴۔زاذان کندی، ۱۵۔سالم بن ابی الجعد، ۱۶۔سعید بن عمرو ہمدانی، ۱۷۔سعید بن فیروز، ۱۸۔سفیان ثوری، ۱۹۔سلیمان التیمی، ۲۰۔شعبۃ بن الحجاج، ۲۱۔عامر بن واثلہ لیثی، ۲۲۔عباد بن عوام کلابی، ۲۳۔عباد بن یعقوب رواجنی، ۲۴۔عبدالرزاق، صاحبِ مصنّف، ۲۵۔عبداللہ بن عمر مشکدانہ، ۲۶۔عبد اللہ بن عیسٰی کوفی، ۲۷۔عبدالملک بن اعین، ۲۸۔عبیداللہ بن موسیٰ، ۲۹۔عدی بن ثابت، ۳۰۔علی بن الجعد، ۳۱۔علی بن ہاشم بن البرید، ۳۲۔عوف بن ابی جمیلہ، ۳۳۔فضل بن دکین ابونعیم، ۳۴۔فضیل بن مرزوق، ۳۵۔فطر بن خلیفہ، ۳۶۔مالک بن اسمٰعیل نہدی، ۳۷۔محمد بن اسحٰق صاحبِ مغازی، ۳۸۔محمد بن جحادہ، ۳۹۔محمد بن عبداللہ بن الزبیر، ۴۰۔معروف بن خربوذ، ۴۱۔ مغیرہ صاحب ابراہیم، ۴۲۔منصور بن معتمر، ۴۳۔ہشام بن سعد، ۴۴۔ہشام بن عمار، اور ۴۵۔ہشیم۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔اسمٰعیل بن ابان ورّاق: نام: اسمٰعیل بن ابان ورّاق الازدی، کنیت ابواسحاق اور ایک قول کے مطابق ابوابراہیم کوفی ہے، امام بخاری کے استاد ہیں۔

ائمہ کے اقوال: ''امام احمد بن حنبل، احمد بن منصور رمادی، ابوداود، محمد بن عبد اللہ حضرمی، امام بخاری، امام نسائی اور یحیی بن معین کے نزدیک اسمعیل بن ابان وراق ازدی ثقہ، صدوق اور ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اور ابو احمد بن عدی کے مطابق اسمعیل بن ابان حق سے مائل تھا یعنی کوفیوں کی طرح اہلِ تشیع سے تھا، تاہم حدیث میں جھوٹ نہ کہا''(49)۔حافظ بن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں کہا: بزار نے کہا کہ اس کا تشیع شدید تھا، تاہم سماع میں کوئی عیب نہیں(50)۔

۲۔اسمٰعیل بن زکریا: نام: اسمٰعیل بن زکریا بن مرۃ خلقانی اسدی، کنیت ابوزیادہ کوفی، لقب شقوص ہے آپ امام بخاری کے استاد ہیں۔ آپ کا سنِ وفات ۱۷۴ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: ''میزان الاعتدال'' میں ہے: اسماعیل بن زکریا صدوق شیعی ہے۔ابن حجر کے نزدیک صدوق، کم خطا کرنے والا، امام ذہبی کے نزدیک صدوق ہے، ابن معین کے اقوال مختلف ہیں(51)۔

۳۔جریر بن عبدالحمید: نام: جریر بن عبدالحمید بن قرط ضبی، کنیت ابوعبداللہ رازی قاضی ہے، آپ امام بخاری کے استاد ہیں۔ آپ کا سنِ وفات ۱۸۸ھ ہے(52)۔

۴۔حسن بن صالح: نام: حسن بن صالح بن صالح بن حی، حیان بن شفی بن ہنی رافع ہمدانی ثوری، کنیت ابوعبداللہ کوفی، لقب عابد ہے۔ ۱۶۹ھ میں انتقال ہوا۔

ائمہ کے اقوال: امام ابن حبان، ابن حجر اور ابن سعد کے نزدیک ثقہ فقیہ وعابد اور شیعہ تھا۔اچھی سمجھ رکھنے والا امام ثوری کے ہم عمر، ثقہ، عبادت گزار اور شیعہ تھا، اپنے شیعہ ہونے کی وجہ سے دنیا سے الگ ہو گیا تھا، لوگوں سے دور انتقال ہوا۔ساجی کے مطابق صدوق اور شیعہ تھا، وکیع اس سے روایت کرتے اور اسے مقدم کرتے تھے(53)۔

۵۔خالد بن مخلد قطوانی: **نام:** خالد بن مخلد القطوانی ابوالہیثم البجلی کوفی ہے۔آپ کا سنِ وفات ۲۱۳ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: امام ذہبی امام ابوداود اور امام مزی امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ وہ صدوق شیعہ ہے، امام احمد وغیرہ نے کہا اس نے منکر روایات کی ہیں۔یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ابوداود نے کہا: یہ صدوق لیکن شیعہ ہے۔اسی طرح ابن سعد، جوزجانی، عجلی وغیرہ نے غالی شیعہ کہا(54)۔

۶۔سعید بن عمرو ہمدانی: **نام** سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی کوفی قاضی ہے۔آپ کا سن وفات ۱۲۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: ابن حجر کے نزدیک ثقہ، تاہم تشیع کی تہمت ہے، امام ذہبی کے نزدیک ثقہ ہے۔امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن راہویہ کو اس کی حدیث سے احتجاج پکڑتے دیکھا۔امام حاکم نے کہا: وہ ثقہ کوفیوں میں سے شیخ ہے اس کی حدیث کو جمع کیا جائے۔جوزجانی نے کہا: وہ غالی اور گمراہ تھا یعنی شیعہ ہونے میں (55)۔

۷۔سعید بن فیروز: **نام** سعید بن فیروز ابن کنیت ابوعمران کوفی ہے۔آپ کا سنِ وفات ۸۲ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: اصحابِ صحاح ستّہ نے روایت کی۔ابن حجر کے نزدیک ثقہ ثبت ہیں، تھوڑا تشیع تھا، کثرت سے حدیث ارسال کرنے والا۔امام ذہبی حبیب بن ابی ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ یہ ہم میں بڑا عالم اور فقیہ تھا۔عجلی نے کہا: ثقہ تابعی ہے، اس میں تشیع تھا(56)۔

۸۔عباد بن عوام کلابی: **نام:** عباد بن عوام ابن عمر بن عبداللہ بن منذر بن مصعب بن جندل الکلابی ہے، کنیت ابو سہل واسطی ہے۔آپ کا سنِ وفات ۱۸۵ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: امام مزی نے کہا: محمد بن سعد نے کہا کہ وہ شیعہ تھا ہارون نے اسے پکڑ کر ایک عرصہ تک قید میں رکھا پھر رہا کر دیا تھا(57)۔

۹۔عباد بن یعقوب رواجنی: **نام:** عباد بن یعقوب رواجنی اسدی، کنیت ابوسعید کوفی ہے۔آپ کا سنِ وفات ۲۵۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: ابن حجر، امام ذہبی اور ابو حاتم اور ابن عدی کے نزدیک ثقہ صدوق رافضی شیعہ تھا، جسے کوڑے مارے گئے تھے، فضائل اہل بیت میں منکر احادیث روایت کرنے والا۔ابو بکر بن خزیمہ کہا کرتے ''ہم سے عباد بن یعقوب نے بیان کیا جو روایت میں ثقہ اور اپنے دین میں متہم ہے۔ابو بکر بن ابی شیبہ نے اسے فاسق اور سلفِ صالحین کو بُرا کہنے والا کہا۔دار قطنی نے کہا: صدوق شیعہ تھا(58)۔

۱۰۔عبدالرزاق، صاحبِ مصنّف: **نام:** عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری، کنیت ابو بکر صنعانی ہے۔آپ کا سنِ وفات ۲۱۱ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: ابن حجر کے نزدیک ثقہ، حافظ اور مشہور ''مصنّف'' لکھنے والے ہیں، آخری عمر میں نابینا ہونے کی وجہ سے حافظہ میں تبدیلی آگئی تھی، نیز شیعہ تھے۔امام ذہبی کہتے ہیں بڑے عالم اور تصانیف کے لکھنے والے ہیں۔یحییٰ بن معین نے کہا: یہ عبیداللہ بن موسیٰ سے سو گنا زیادہ غالی شیعہ ہیں۔ابن حبان نے ثقات میں ذکر کرکے شیعہ کہا، اسی طرح عجلی اور بزار نے بھی شیعہ کہا(59)۔

۱۱۔عبدالملک بن اعین: **نام:** عبدالملک بن اعین کوفی مولی بن شیبانی ہے۔آپ کا سنِ وفات مذکور نہیں ہے۔

ائمہ کے اقوال: ابن حجر، سفیان، ساجی اور امام ذہبی کے نزدیک صدوق شیعہ ہے۔امام مزی نے کہا: حمیدی اور محمد بن عباد نے سفیان سے روایت کیا کہ ہم سے عبدالملک بن اعین شیعی نے حدیث بیان کی، اس کا محل صدق، صالح الحدیث ہے جس کی حدیث لکھی جائے گی۔ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا شیعہ کہا، ایک جماعت نے روایت کی، عجلی نے تابعی ثقہ کہا(60)۔

۱۲۔ عبداللہ بن عیسیٰ کوفی: نام: عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ انصاری، کنیت ابو محمد کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۳۵ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: ابن حجر کے نزدیک ثقہ ہے اس میں تشیع تھا، امام ذہبی نے ثقہ کہا، امام مزی نے کہا کہ مفضل بن غسان نے یحیی بن معین سے روایت کیا کہ وہ شیعہ تھا[61]۔

۱۳۔ عبیداللہ بن موسیٰ: نام: عبیداللہ بن موسیٰ بن ابی المختار، ابو محمد حافظ کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۱۳ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: ابن حبان، ابن سفیان، امام ذہبی، ابن حجر اور ساجی وغیرہ کے نزدیک ثقہ شیعہ، جو اپنے تشیع اور بدعت کی وجہ سے مشہور تھا۔ امام ابو داود نے کہا: وہ محترق شیعہ تھا اُس کی حدیث لینا جائز ہے۔ ابن سعد نے کہا وہ ثقہ صدوق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، کثرت سے حدیث روایت کرنے والا، اچھی ہیئت والا، نیز وہ شیعہ تھا، شیعت میں منکر احادیث لاتا تھا[62]۔

۱۴۔ علی بن الجعد: نام: علی بن الجعد بن عبید جوہری، کنیت ابو الحسن بغدادی مولیٰ بنی ہاشم ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۳۰ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: یحییٰ بن معین نے ثقہ وصدوق، ابو زرعہ نے حدیث میں صدوق اور ابو حاتم نے متقن وصدوق کہا، نیز جوزجانی نے کہا کہ علی بن جعد حق سے منحرف یعنی شیعہ تھا، تشیع کی تہمت لگائی گئی[63]۔

۱۵۔ فطر بن خلیفہ: نام: فطر بن خلیفہ قرشی مخزومی، کنیت ابو بکر الحناط کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۵۵ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہ نے ثقہ وصدوق کہا۔ عجلی نے کوفی ثقہ اور صالح الحدیث بتایا اور کہا اس میں تشیع قلیل تھا، تشیع کی تہمت لگائی گئی[64]۔

۱۶۔ محمد بن جحادہ: نام: محمد بن جحادہ الاودی (ایک قول کے مطابق) الایامی کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۳۱ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: عجلی نے کہا: لا باس بہ، ابو عوانہ نے کہا: تشیع میں غالی تھا، احمد بن حنبل اور امام نسائی نے ثقہ کہا اور امام ابو داود نے تعریف کی ہے[65]۔

۱۷۔ محمد بن فضیل: نام: محمد بن فضیل بن غزوان بن جریر ضبی، کنیت ابو عبدالرحمن کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۹۵ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: امام احمد نے کہا: متشیع اور حسن الحدیث ہے، یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا، ابو زرعہ نے صدوق اور ابو حاتم نے شیخ کہا، امام ابو داود نے کہا محترق شیعہ تھا اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کر کے کہا تشیع میں غالی تھا[66]۔

۱۸۔ ابان بن تغلب: نام: ابان بن تغلب ربعی، کنیت ابو سعد کوفی قاری ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۴۰ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: احمد بن حنبل، اسحاق، ابو حاتم اور نسائی نے ثقہ کہا، ابو حاتم نے صالح کہا۔ جوزجانی نے زائغ، مذموم مجاہر کہا۔ ابن عدی نے کہا: کوفیوں میں مذہبِ شیعہ کا والا معروف تھا[67]۔

۱۹۔ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سُدی: نام: اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ سدی، کنیت ابو محمد قرشی کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۲۷ھ ہے۔
ائمہ کے اقوال: علی بن مدینی نے کہا: لا باس بہ، احمد بن حنبل نے ثقہ کہا، ابو حاتم نے کہا: لا یحتج بہ، تشیع کی تہمت بھی لگی ہے[68]۔

۲۰۔ بکیر بن عبداللہ: نام: بکیر بن عبداللہ کوفی طویل ہے۔

ائمہ کے اقوال: مقبول ہے مگر رفض کی تہمت لگائی گئی ہے، صدوق بھی کہا گیا ہے [69]۔

۲۱۔ جعفر بن سلیمان: نام: جعفر بن سلیمان ضبعی، کنیت ابو سلیمان بصری ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۷۸ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: احمد بن حنبل نے کہا: لا باس بہ، متشیع تھے جو فضائل علی میں احادیث بیان کرتے تھے۔ ابن معین نے ثقہ کہا [70]۔

۲۲۔ ربیع بن انس: نام: ربیع بن انس بکری بصری ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۴۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: عجلی اور ابو حاتم نے صدوق کہا، نسائی نے کہا: لا باس بہ۔ ابن معین نے غالی شیعہ کہا [71]۔

۲۳۔ زاذان کندی: نام: زاذان، کنیت ابو عبداللہ یا ابو عمر کندی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۸۲ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا، ابن عدی نے کہا جب ثقہ سے روایت کرے تو کوئی حرج نہیں، شیعہ ہونے کا بھی کہا گیا [72]۔

۲۴۔ عبداللہ بن عمر مشکدانہ: نام: عبداللہ بن عمر بن محمد بن ابان قرشی، کنیت ابو عبدالرحمن کوفی مشکدانہ ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۳۹ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: ابو حاتم نے صدوق کہا، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا، غالی شیعہ تھے [73]۔

۲۵۔ علی بن ہاشم بن البرید: نام: علی بن ہاشم بن برید بریدی، کنیت ابو الحسن کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۸۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: احمد بن حنبل اور نسائی نے کہا: لا باس بہ۔ یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا، ابو زرعہ اور علی بن مدینی نے صدوق کہا، ابو بکر بن علی نے کہا صدوق یتشیع۔ جوزجانی نے کہا غالی شیعہ ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کرنے کے بعد کہا تشیع میں غالی تھا، مشاہیر سے مناکیر روایت کیا کرتا تھا [74]۔

۲۶۔ فضیل بن مرزوق: نام: فضیل بن مرزوق اغرر قاشی، کنیت ابو عبدالرحمن کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۶۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: یحییٰ بن معین نے کہا صالح الحدیث لیکن تشیع میں شدید تھے۔ نسائی نے ضعیف، کہا، ابن عدی نے کہا امید کرتا ہو لا باس بہ [75]۔

۲۷۔ محمد بن اسحٰق صاحبِ مغازی: نام: محمد بن اسحاق بن یسار مدنی، کنیت ابو بکر یا ابو عبداللہ ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۵۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: امام شافعی وغیرہ کا اتفاق ہے کہ آپ سیرت میں امام ہیں، ثقہ و صدوق ہیں۔ تاہم علماء حدیث نے تشیع، قدری اور تدلیس کرنے کی وجہ سے روایت نہ کی [76]۔

۲۸۔ ہشام بن سعد: نام: ہشام بن سعد مدنی، کنیت ابو سعید قرشی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۶۰ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: امام احمد بن حنبل نے کہا حدیث میں پختہ نہیں، ابن معین نے ضعیف کہا۔ عجلی نے کہا حسن الحدیث ہے۔ ابو زرعہ نے کہا شیخ محلہ الصدق، تشیع کا بھی کہا گیا ہے [77]۔

۲۹۔ عدی بن ثابت: نام: عدی بن ثابت انصاری کوفی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۱۱۶ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: امام احمد بن حنبل، عجلی اور نسائی نے ثقہ کہا، ابو حاتم نے کہا صدوق ہیں، شیعوں کے امامِ مسجد اور خطیب تھے [78]۔

۳۰۔ فضل بن دکین ابو نعیم: نام: فضل بن زہیر، ابو نعیم ابن دکین ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۱۸ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: عجلی نے کہا حدیث میں ثقہ اور ثبت ہیں، ابوداود نے کہا حافظ ہیں[(79)]۔

۳۱۔ مالک بن اسمٰعیل نہدی: نام: مالک بن اسمٰعیل بن درہم (اور ایک قول کے مطابق) ابن زیاد بن درہم ابو غسان نہدی ہے۔ آپ کا سنِ وفات ۲۱۹ھ ہے۔

ائمہ کے اقوال: یحییٰ بن معین نے کہا کوفہ میں سب سے زیادہ متقن تھے، یعقوب بن شیبہ، امام نسائی اور ابن حبان نے ثقہ کہا[(80)]۔

مقالہ نگار کا جائزہ:

ہم نے مختلف شروحِ بخاری کا مطالعہ کیا پر ہمیں اکثر میں مجروح رواۃ سے متعلق تشفی بخش جواب نہ ملا، پھر مقدمہ 'فتح الباری' مسمیٰ بہ 'ہدی الساری' کا مطالعہ کیا اور اس میں مذکور بلفظِ تشیع و رفض سے مطعون رواۃ کو دیکھا کہ امام عسقلانی نے ان کی نسبت کیا جواب دیا ہے؟، تو ہمیں اِن رواۃ کے حوالے سے چار قسم کے اُمور ملے، جو یہ ہیں:

۱۔ راوی کا ذکر ہے، لیکن اُس کے تشیع کا جواب نہیں دیا گیا۔

۲۔ راوی کا ذکر ہی نہیں۔

۳۔ یہ جواب دیا گیا ہے کہ ائمہ نے ان رواۃ سے روایت کیا ہے۔

۴۔ یا پھر تشیع کے حوالے سے یہ الزامی جواب دیا کہ فلاں ناصبی وغیرہ تھا، لہٰذا بدعتی کی بات بدعتی کے حق میں قبول نہیں۔ ہم ذیل میں بطور استشہاد صرف چند رواۃ سے متعلق ابن حجر عسقلانی کا کلام ذکر کرتے ہیں:

جن رواۃ کا بطور متشیع ذکر کیا (خواہ جواب دیا یا نہیں):

۱۔ اسمٰعیل بن ابان ورّاق: امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: جوزجانی ناصبی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منحرف تھا، نصب، شیعت کی ضد ہے، لہٰذا چاہیے کہ ایک بدعتی کی بات دوسرے بدعتی کے حق میں نہ سُنی جائے۔ الخ[(81)]۔

۲۔ بہز بن اسد: آپ نے کہا: ازدی انہیں شیعہ کہنے میں منفرد ہیں، لہٰذا اعتماد ازدی کے بجائے ائمہ حدیث پر کیا جائے گا[(82)]۔

۳۔ حسن بن صالح: آپ نے کہا: بخاری میں ان سے ایک روایت ہے، وہ بھی تعلیق بطورِ استشہاد اور تکثیر طرق کے لیے، لہٰذا ان کے بارے میں اگر کچھ کہا بھی گیا ہے، تو حرج نہیں[(83)]۔

۴۔ خالد بن مخلد قطوانی: آپ نے کہا: جب اخذ واداءِ روایت، صحیح طریقے سے ثابت ہو جائے تو تشیع میں کچھ حرج نہیں، جبکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی بھی نہ ہو[(84)]۔

۵۔ سعید بن عمرو ہمدانی: آپ نے کہا: جوزجانی خود ناصبی تھا، لہٰذا دونوں میں تعارض ہو گیا، تو جرح کا قول ساقط ہو گیا[(85)]۔

۶۔ عباد بن یعقوب رواجنی: اس کے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہ دیا، بس اتنا کہا: یہ مشہور رافضی اور داعی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا کہتا تھا[(86)]۔

۷۔ عبد الرزاق، صاحبِ مصنّف: آپ نے کہا: محدثین نے شیعہ کہا ہے، لیکن اُمید ہے ان کے صدق میں کوئی جرح نہیں ہے[(87)]۔ یعنی: اس تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا۔

۸۔عدی بن ثابت: آپ نے کہا:ایسی کوئی روایت صحیح بخاری میں نہیں، جس سے اسکی بدعت کو تقویت ملتی ہو[88]۔

۹۔علی بن الجعد: یہ راوی خلقِ قرآن کے سبب بھی مطعون کیا گیا[89]،تاہم امام عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا۔

۱۰۔عوف بن ابی جمیلہ: آپ نے کہا:عبداللہ بن مبارک نے شیعہ کہا،لیکن ائمہ حدیث نے ان سے روایت کی ہے[90]۔

۱۱۔محمد بن فضیل: آپ نے کہا:جس نے تشیع کے حوالے سے توقف کااظہار کیا،اُس کی وجہ ابن فضیل کا یہ قول ہے:اللہ حضرت عثمان پر رحم کرے اور جوان کے لیے رحمت کی دعا نہیں کرے اُس پر رحم نہ کرے۔ان پر اہل سنت کے آثار دکھائی دیتے تھے، محدثین نے ان سے روایت کی[91]۔

۱۷۔سعید بن فیروز:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[92]۔

۱۸۔عباد بن عوام کلابی:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[93]۔

۱۹۔عبدالملک بن اعین:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[94]۔

۲۰۔عبداللہ بن عیسیٰ کوفی:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[95]۔

۲۱۔عبیداللہ بن موسیٰ:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[96]۔

۲۲۔فضل بن دکین ابو نعیم:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[97]۔

۲۳۔فطر بن خلیفہ:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا[98]۔

۲۴۔مالک بن اسمٰعیل نہدی:امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا،ہاں یہ فرمایا کہ ائمہ نے ان سے روایت کی ہے[99]۔

۲۵۔محمد بن جحادہ: امام ابن حجر عسقلانی نے تشیع کے حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا، ہاں یہ فرمایا کہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے[100]۔

جن رواۃ کا بطور متشیع ذکر نہیں کیا:

وہ راوی جن پر بلفظِ تشیع ائمۂ جرح وتعدیل نے جرح کی ہے،تاہم ابن حجر عسقلانی نے 'ہدی الساری' میں انھیں متشیع ذکر نہیں کیا۔اس کی کئی ایک ممکنہ وجوہ ہوسکتی ہیں۔ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، ہم ذیل میں ان راویوں کا ذکر کرتے ہیں:

اسمٰعیل بن زکریا، جریر بن عبدالحمید، حبیب بن ابی ثابت، منصور بن معتمر، سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج، ہشیم، سلیمان التیمی، ہشام بن عمار، مغیرہ صاحب ابراہیم، معروف بن خربوذ، اسید بن زید الجمال، عامر بن واثلہ لیثی، محمد بن عبداللہ بن الزبیر وغیرہم۔امام ابن حجر عسقلانی نے ان کے متشیع ہونے کا ذکر نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ ان سے متعلق اس پہلو کا کوئی جواب بھی نہیں۔البتہ دو راوی ایسے ہیں، جن کا ذکر ہمیں مجروح رواۃ میں نہیں ملا، وہ یہ ہیں: حکم بن عتیبہ اور سالم بن ابی الجعد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصۂ کلام:

اب تک کے مطالعہ اور بحث و تحقیق کے بعد ہم نہایت ادب کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جلیل القدر محدث، محقق امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے 'لفظِ تشیع' سے مجروح و مطعون ہونے والے اکثر رواۃ کے سلسلے میں کما حقہ صحیح بخاری کا 'دفاع' نہیں کیا، ۱۔ کہیں ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: 'فلاں ناصبی تھا، نصب شیعت کی ضد ہے، لہٰذا چاہیے کہ ایک بدعتی کی بات دوسرے بدعتی کے حق میں نہ سُنی جائے'۔ ۲۔ کہیں یہ جواب دیا کہ ائمہ نے ان سے روایت کی ہے۔ مقالہ نگار عرض کرتا ہے کہ علی الرأس والعین، یہ من وجہ تو جواب ہو سکتا ہے، مگر بالکلیہ اسے جواب نہیں کہہ سکتے، کیونکہ اگر اسے ہی جواب تسلیم کر لیا جائے، تو اکثر 'مجروح رواۃ' کی توثیق ہو جائے گی اور بابِ جرح کسی حد تک بند ہو جائے گا، جیسا کہ اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ۳۔ کہیں اس قسم کے متشیع راویوں کو ذکر تو کیا، البتہ اس حوالے سے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواب نہ دینے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں، بر سبیلِ تذکرہ ذکر کرنا مقصود ہو جواب دینا نہیں یا راوی کا متشیع ہونا قبول ہو وغیرہ۔ ۴۔ یا بعض متشیع راویوں کا ذکر ہی نہیں کیا۔

ایسے میں نہ تو 'دفاعِ صحیح بخاری' ہوا اور نہ متقدمین و متأخرین کے کلمات میں تطبیق۔ ہماری رائے میں ایک بہترین صورت یہ ہو سکتی ہے، جو امام ذہبی وغیرہ(101) ائمہ کرام کے کلام سے مترشح ہوتی ہے، وہ یہ کہ ان راویوں کے سلسلہ میں متقدمین و متأخرین کے کلماتِ جرح کو اُن ہی کے عرف و زمانہ پر محمول کیا جائے، یعنی: 'تشیع' کو 'رفض' پر محمول نہ کیا جائے، کیونکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزرا۔ اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب تک دیے جانے والے جوابات میں یہ سب سے بہتر تحقیقی اور جرح و تعدیل کی شرائط و آداب کے موافق ہو گا، جس سے نہ صرف رواۃِ بخاری کا دفاع ہو جاتا ہے، بلکہ متقدمین و متاخرین کے کلمات میں موافقت اور تطبیق بھی آسانی سے ہو سکتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ مطابق ۱۹/ جولائی ۸۱۰ عیسوی۔ علیمیؔ

2۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر، **ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری**، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبعہ اُولیٰ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء، ج ۱، ص ۴۵۲۔ دہلوی، شاہ عبد العزیز، **بستان المحدثین**، اُردو فارسی، (مترجم عبدالسمیع)، ایچ ایم سعید، سن، پاکستان چوک، کراچی، ص ۲۶۶۔ ۲۶۷۔

3۔ قسطلانی، شہاب الدین، **ارشاد الساری**، دار الفکر، بیروت ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ج ۱، ص ۵۵۔ نیز ملاحظہ ہو: **ہدی الساری**، ج ۱، ص ۴۵۲۔

4۔ **ہدی الساری**، ج ۱، ص ۴۵۲۔ ملاحظہ ہو: دہلوی، شیخ عبد الحق، **اشعۃ اللمعات**، فرید بک سٹال، لاہور طبع ثانی ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء، ج ۱، ص ۱۴۰۔ **بستان المحدثین**، ص ۲۶۷۔

5۔ دہلوی، **اشعۃ اللمعات**، ج ۱، ص ۱۴۰۔

6۔ قسطلانی، **ارشاد الساری**، ج ۱، ص ۵۵۔

7۔ ایضاً، ج ۱، ص ۵۷۔

8۔ عسقلانی، **ہدی الساری**، ج ۱، ص ۴۶۴۔ ۴۶۵۔

9۔ ایضاً، ج ۱، ص ۴۶۳۔ ۴۶۴۔

10۔ عینی، ابو محمد بدر الدین، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، مکتبہ توفیقیہ مصر، ۲۰۱۰ء، ج۱، ص۱۱۔

11۔ عسقلانی، **ہدی الساری**، ج۱، ص۱۱۔

12۔ رضوی، مفتی محمد حنیف خاں، **جامع الاحادیث**، شبیر برادرز لاہور، طبع ثانی ۲۰۰۳ء، ج۱، ص۵۶۶۔

13۔ عبدالعزیز، **بستان المحدثین**، ص۲۷۰۔

14۔ قسطلانی، **ارشاد الساری**، ج۱، ص۵۱۔

15۔ سعیدی، علامہ غلام رسول، **نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری**، فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۸ھ۔۲۰۰۷ء، ج۱، ص۸۷۔ عسقلانی، **ہدی الساری**، ج۱، ص۱۰۔

16۔ عبدالعزیز، **بستان المحدثین**، ص۲۷۱۔

17۔ قسطلانی، **ارشاد الساری**، ج۱، ص۵۱۔۵۲۔

18۔ ابن صلاح، امام، **مقدمۃ ابن الصلاح فی علم الحدیث**، دار الکتاب العربی، بیروت، ۲۰۰۵ء، ص۱۵۔

19۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، **تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام**، دار الکتاب العربی طبع ثانی ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳ء، ج۱۹، ص۲۴۲۔

20۔ عینی، **عمدۃ القاری**، ج۱، ص۱۱۔

21۔ محولہ بالا

22۔ ابن صلاح، **مقدمۃ**، ص۱۵۔

23۔ پانچواں طبقہ سے متعلق لکھتے ہیں: "ایک اور طبقہ بھی ہے اس سے متعلق وہ احادیث ہیں جو فقہا، صوفیا اور مؤرخین وغیرہ کی زبان پر مشہور ہیں، مذکورہ چار طبقوں میں ایسی احادیث کی کوئی اصل نہیں، اسی طبقہ سے متعلق وہ احادیث ہیں جنہیں بے دین لوگوں نے اسنادِ قوی کے ساتھ وضع کیا"۔ (ملاحظہ ہو **حجۃ اللہ البالغۃ**، ج۱، ص۲۳۲۔)

24۔ ولی اللہ، شاہ، **حجۃ اللہ البالغۃ**، دار الجیل، بیروت، طبعہ اولی، ۲۰۰۵ء۔۱۴۲۶ھ، باب طبقات کتب الحدیث، ج۱، ص۲۳۱-۲۳۲، ملخصاً۔

25۔ دہلوی، شیخ عبد الحق، **مقدمہ لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح**، مکتبۃ المعارف العلمیۃ، لاہور، طبعہ اولی ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰ء، ج۱، ص۲۶۔

25۔ ابن صلاح، **مقدمۃ**، ص۱۳۔

26۔ دہلوی، شیخ عبد الحق، **شرح صراط المستقیم**، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، سن، ص۵۰۲۔ نیز ملاحظہ ہو: مقدمہ، لمعات التنقیح، ج۱، ص ۳۱۔۳۲، ملخصاً۔

27۔ حنفی، مولانا احمد رضا خان، **فتاویٰ رضویہ**، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ج۵، ص۴۳۹۔

28۔ حنفی، **فتاویٰ رضویہ**، ج۵، ص۴۳۷۔ نیز ملاحظہ ہو: قسطلانی، **ارشاد الساری**، ج۱، ص۴۲تا۵۰۔

29۔ دہلوی، **مقدمہ لمعات التنقیح**، ج۱، ص۲۳۔۲۴، مختصراً۔ عینی، **عمدۃ القاری**، ج۱، ص۱۵۔

30۔ ابن صلاح، **مقدمہ**، پندرہویں نوع، ص۵۱۔ عینی، **عمدۃ القاری**، ج۱، ص۱۵۔

31۔ قسطلانی، **ارشاد الساری**، ج۱، ص۵۰ ۔

32۔ صالح بن عبدالعزیز، **موسوعۃ الحدیث الشریف**، دارالسلام، ریاض طبعہ ثالثہ ۱۴۲۱ھ۔

33۔ عینی، **عمدۃ القاری**، ج۱، ص۲۷۔

34۔ البانی، شیخ محمد ناصر الدین، **سلسلۃ الضعیفۃ والموضوعۃ واثرہا السیئ فی الامۃ**، مکتبۃ المعارف، ریاض، ط اول ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲ء، ج۳، ص۱۰۴-۱۰۹۔

35۔ جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن، **کتاب الموضوعات**، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۱م، باب کراہیۃ ادخار الرزق، ج۲، ص۲۸۲۔

36۔ حنفی، **فتاویٰ رضویہ**، ج۵، ص۵۴۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سیوطی، جلال الدین، **تدریب الراوی**، مطبعہ خیریہ، مصر ۱۳۰۷ھ، ص۱۰۱۔۱۰۲۔

37۔ پٹنی، محمد طاہر بن علی ہندی، **تذکرۃ الموضوعات**، ناشر کتب مجیدیہ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان (پاکستان)، سن، ص۱۷۶-۱۷۷۔

38۔ سیوطی، **تدریب الراوی**، ص۱۰۱۔

39۔ **فائدہ:** کبھی کذب کا معنی غلط بھی آتا ہے، لہٰذا جب کسی کو کذاب کہا جائے تو وضاحت ضروری ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی "**تدریب الراوی**" (ص۳۶۰) میں لکھتے ہیں: "وکذا إذا قالوا: فلان کذّاب، لا بدّ من بیانه؛ لأنّ الکذب یحتمل الغلط کقوله: کذب أبو مُحَمَّد".

ترجمہ: "اس طرح جب محدثین کہیں کہ فلان کذاب، تو اس کا بیان کرنا ضروری ہے، کیونکہ "کذب" (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال رکھتا ہے، جیسا کہ قائل کا کہنا کہ ابو محمد نے جھوٹ کہا"۔ (ملاحظہ ہو: حنفی، **فتاویٰ رضویہ**، ج۲۳، ص۶۶۴۔۶۶۷۔)

40۔ دہلوی، **لمعات**، ج۱، ص۲۷۔۲۸، ملخصاً۔ نیز ملاحظہ ہو: حنفی، **فتاویٰ رضویہ**، ج۵، ص۴۵۴۔ عسقلانی، **نزہۃ النظر**، مکتبۃ البشریٰ کراچی، ص۸۳۔۸۵۔ امجدی، محمد شریف الحق، **نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری**، برکاتی پبلی شرز کھارادر، کراچی، ج۱، ص۳۵۔۳۶۔

41۔ عسقلانی، **نزہۃ النظر**، ص۹۹۔۱۰۰، ملخصاً۔

42۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، **میزان الاعتدال فی نقد الاعتدال**، دارالمعرفہ بیروت، ج۱، ص۵۔۶۔

60۔ عسقلانی، حافظ ابن حجر، **تہذیب التہذیب**، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، سن، ج۱، ص۵۳

44۔ ذہبی، **میزان الاعتدال**، ج۱، ص۵۔۶۔

45۔ دہلوی، میاں سید نذیر حسین، **معیار الحق**، مکتبہ اسلامیہ، لاہور مئی ۲۰۰۷ء، ص۳۳۴۔

46۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد، **تذکرۃ الحفاظ**، دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، سن، فی ترجمۃ محمد بن فضیل، ج۱، ص۲۹۰۔

47۔ ذہبی، **میزان الاعتدال**، مقدمۃ الکتاب، ج۱، ص۴۔

48۔ ملیباری، حمزہ عبداللہ، **نظرات جدیدۃ فی علوم الحدیث**، دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳ء، ص۱۴-۱۶۔

49۔ مزی، ابو حجاج یوسف، جمال الدین، **تہذیب الکمال فی اسماء الرجال**، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، طبعہ سادسہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ج۲، ص۶۔۸۔ **میزان الاعتدال**، ج۱، ص۲۱۲۔

50۔ عسقلانی، **تہذیب التہذیب**، ج۱، ص۱۳۷۔ عسقلانی، **ہدی الساری**، طبع علی نفقۃ امیر سلطان بن عبد العزیز، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء، ص۴۰۹۔ ۴۱۰۔

51۔ عسقلانی، **ہدی الساری**، ص۴۱۰۔ ذہبی، **میزان الاعتدال**، ج۱، ص۲۲۸۔ مزی، **تہذیب الکمال**، ج۲، ص۹۲۔۹۶۔

52۔ عسقلانی، **تقریب التہذیب**، دار العاصمہ للنشر والتوزیع ریاض، سن، ص ۱۹۶۔ مزی، **تہذیب الکمال**، ج ۴، ص ۵۴۰۔ ۵۵۰، ملخصاً۔

53۔ مزی، **تہذیب الکمال**، ج ۴، ص ۲۴۰۔ ۲۵۰، ملخصاً۔

54۔ ایضاً، ج ۸، ص ۱۶۳۔ ۱۶۶۔

55۔ ایضاً، ج ۸، ص ۱۵۔ ۱۷۔

56۔ ایضاً، ج ۸، ص ۳۲۔ ۳۴۔

57۔ عسقلانی، **تقریب التہذیب**، ص ۴۸۲۔

58۔ **مزی، تہذیب الکمال**، ج ۱۴، ص ۱۷۵۔ ۱۷۹۔

59۔ ایضاً، ج ۱۴، ص ۵۲۔ ۶۱۔

60۔ ایضاً، ج ۱۸، ص ۲۸۲۔ ۲۸۶۔

61۔ ایضاً، ج ۱۵، ص ۴۱۲۔ ۴۱۵۔

62۔ عسقلانی، **تقریب**، ص ۶۴۵۔ ۶۴۶۔

63۔ ایضاً، ص ۶۹۱۔

64۔ ایضاً، ص ۷۸۷۔

65۔ ایضاً، ص ۸۳۲۔

66۔ ایضاً، ص ۸۸۹۔

67۔ ایضاً، ص ۱۰۳۔ ذہبی، **میزان الاعتدال**، ج ۱، ص ۵۔ ۶۔

68۔ عسقلانی، **تقریب**، ص ۱۴۱۔

69۔ ایضاً، ص ۱۷۷۔

70۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔

71۔ ایضاً، ص ۳۱۸۔

72۔ ایضاً، ص ۳۳۳۔

73۔ ایضاً، ص ۵۲۹۔

74۔ ایضاً، ص ۶۰۷۔

75۔ ایضاً، ص ۶۸۷۔

76۔ ایضاً، ص ۸۲۵۔

77۔ ایضاً، ص ۱۰۲۱۔

78۔ ایضاً، ص ۶۷۱۔

79۔ایضاً، ص۸۲۷۔

80۔ایضاً، ص۹۱۸۔

81۔عسقلانی، **ہدی الساری**، ص۴۱۰۔

82۔ایضاً، ص۴۱۳۔

83۔ایضاً، ص۴۱۶۔

84۔ایضاً، ص۴۲۰۔

85۔ایضاً، ص۴۲۶۔

86۔محولہ بالا۔

87۔ایضاً، ص۴۴۰۔

88۔ایضاً، ص۴۴۶۔

89۔ایضاً، ص۴۵۱۔

90۔ایضاً، ص۴۵۵۔

91۔ایضاً، ص۴۶۴۔

92۔محولہ بالا۔

93۔ایضاً، ص۴۳۳۔

94۔ایضاً، ص۴۴۲۔

95۔ایضاً، ص۴۳۶۔

96۔ایضاً، ص۴۴۴۔

97۔ایضاً، ص۴۵۶۔

98۔ایضاً، ص۴۵۷۔

99۔ایضاً، ص۴۶۵۔

100۔ایضاً، ص۴۵۹۔۴۶۰۔

101۔اسی طرح زمانہ قریب میں مولانا احمد رضا خاں حنفی کے کلام سے مترشح ہوتا ہے۔ علیمیؔ